ابتدائیہ — محمد رحمت اللہ

اسلامک فقہ اکیڈمی کا چونتیسواں سیمینار

اجتماعی غور وفکر کے عنوان سے قائم قدیم فقہی مجلس یعنی اسلامک فقہ اکیڈمی کا سنتیسواں سیمینار مشہور صوبہ بہار کی کوکھ سے جنم لینے والے صوبہ جھارکھنڈ کے مشہور صنعتی شہر جمشید پور میں مؤرخہ ۸، ۹، ۱۰ نومبر ۲۰۲۵ء سنیچر، اتوار اور پیر کو منعقد ہوا۔ اپنی روایات کے مطابق اس سیمینار میں کئی موضوعات زیر بحث آئے۔ یہ موضوعات عبادات سے بھی متعلق تھے اور معاملات سے بھی۔ عنوانات درج ذیل قائم کئے گئے تھے۔

(۱) مائیکرو فائنانس کے شرعی احکام (۲) آنکھ کا قرینہ (۳) میڈیکل انشورنس کے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی (۴) آن لائن صنف مخالف سے تعلیم وتعلم سے متعلق مسائل۔

اس سیمینار میں ملک کے طول وعرض سے شریک ہونے والے مفتیانِ کرام نے نہایت محنت سے لکھے ہوئے اپنے مقالات کا خلاصہ عرضِ مسئلہ کی شکل میں سماعت فرمایا۔ پھر اُس میں پیش کی گئی آراء اور دلائل پر طویل مناقشہ اور بحث و مباحثہ کیا جس کے بعد (ہر مسئلہ پر) ماہرین پر مشتمل تجویز کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جنھوں نے کافی احتیاط کے ساتھ مزید غور وفکر کر کے تجاویز کو مرتب کیا۔

آخر کار اکابر علماء کی نظر ثانی کے بعد مندرجہ ذیل تجاویز منظور کی گئیں جن کو قارئین کے مطالعہ کے لئے النور کے ان صفحات میں من وعن شامل کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے۔

****

تجویز بابت: میڈیکل انشورنس کے سابقہ فیصلہ پر نظر ثانی

تمہید: آج مؤرخہ ۹ / نومبر ۲۰۲۵ء کے اجلاس میں ہیلتھ انشورنس کے موضوع پر بحث ومناقشہ کے بعد کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ اکیڈمی کی طرف سے مارچ ۲۰۰۶ء میں میڈیکل انشورنس سے متعلق جو تجاویز منظور کی گئی تھیں ان سے اتفاق کرتے ہوئے موجودہ حالات کے تناظر میں مزید مندرجہ ذیل تجاویز منظور کرتی ہے:

(۱) مروجہ ہیلتھ انشورنس اپنے انجام کے اعتبار سے غرر، قمار، سود وغیرہ ممنوعات پر مشتمل ہے؛ لہٰذا عام حالات میں ہیلتھ انشورنس کرانا ناجائز ہے۔

(۲) اگر کمپنی/ ادارہ اپنے ملازمین کا ہیلتھ انشورنس اپنی طرف سے تبرعاً یا ملازمین کی تنخواہوں سے وضع کر کے جمع کرائے تو ملازمین کے لئے اس سے نفع اٹھانے کی اجازت ہوگی۔

(۳) اگر میڈیکل انشورنس کمپنی پالیسی لینے والوں کو نقد کے بجائے علاج و معالجہ کی خدمت فراہم کرے اور کم از کم سال میں ایک مرتبہ چیک اپ وغیرہ کی خدمات فراہم کرے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

(۴) اگر وہ چیک اپ وغیرہ کی خدمات فراہم نہ کرے تو موجودہ حالات میں علاج ومعالجہ کی گرانی کی وجہ سے ناقابل تحمل مصارف والے امراض میں ابتلاء کا ظن غالب یا اندیشہ ہو اور مریض اس کا تحمل نہ کرسکتا ہو تو علاج ومعالجہ کی خدمت فراہم کرنے والی پالیسی لینے کی گنجائش ہے۔

نوٹ: علاج کی خدمات کی فراہمی کی صورت میں بھی، اگر علاج کے وقت مریض

****

کے مالی حالات ٹھیک ہوں تو اس کی طرف سے جمع کردہ اصل رقم سے زائد جو رقم بھی کمپنی نے خرچ کیا ہے، اسے معلوم کر کے صدقہ کرنا واجب ہوگا: محمد شاہجہاں ندوی

تجویز بابت: مائیکرو فائنانس کے شرعی احکام

(۱) غیر سودی مائیکرو فائنانس ادارے قائم کرنا وقت کی ضرورت اور شرعاً مستحسن قدم ہے؛ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ احکام شرعیہ سے واقف علماء وارباب افتاء کی نگرانی میں کام کرے۔

(۲) مقروض کو قرض کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والے گروپ کی تشکیل میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ مقروض کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے گروپ کوئی ایسا طریقہ نہ اختیار کرے جو مقروض کے لئے ذہنی تناؤ اور پریشانی کا سبب بنے۔

(۳) مال جمع کرنے والوں کی رضامندی سے قرض طلب کرنے والوں کو قرض دینے کی گنجائش ہے؛ خواہ وہ ادارے کے ممبر ہوں یا نہ ہوں؛ البتہ اگر قانوناً ممبر بنانا ضروری ہو تو ممبر بنا کر قرض دیا جائے۔

(۴) الف: مائیکرو فائنانس ادارہ قرض کے اندراج اور وصولی کی مناسب اجرت طے کرسکتا ہے۔ غیر متعلق اخراجات نہیں لیے جاسکتے۔

ب: بہتر ہے کہ مائیکرو فائنانس ادارہ دیگر اخراجات کے لئے جائز ذرائع مثلاً اصحاب خیر سے تبرعات اور جائز سرمایہ کاری کی صورت اختیار کرے۔

(۵) مائیکرو فائنانس ادارہ بھی اسلامی سرمایہ کاری مثلاً مضاربت، شرکت، اجارہ اور مرابحہ وغیرہ کا استعمال کرسکتا ہے۔

****

(۶) وکالت پر مبنی سرمایہ کاری شرعاً جائز ہے۔

(۷) آج کل چھوٹے سودی قرضے کے متعدد ادارے ہیں جن میں گروپ بنا کر عورتوں کو قرض دیا جاتا ہے، اس میں قرض کی وصولی کے نام پر استحصال بھی کیا جاتا ہے؛ اس لئے ایسے سودی قرض سے بچا جائے۔

تجویز بابت: آن لائن صنف مخالف سے تعلیم وتعلم سے متعلق مسائل

جدید ٹکنالوجی خصوصاً آن لائن نظام تعلیمی افادہ واستفادہ فی نفسہ شرعاً درست ہے؛ البتہ صنف مخالف سے تعلیم وتعلم کی صورت میں شرعی اصولوں کی رعایت اور مفاسد کے سدباب کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے، مفاسد کے سدباب کے لئے درج ذیل امور کو اختیار کرنا ضروری ہے:

(۱) معلّمہ ہو یا طالبہ صنف مخالف سے تعلیم وتعلم کے وقت بلاضرورت تعلیم کے علاوہ کسی قسم کے تعلق سے مکمل احتراز کیا جائے۔

(۲) صنف مخالف کا تمام ایسے امور سے بھی اجتناب لازم ہے جو ایک دوسرے کے لئے فتنہ کا سبب بنیں، جیسے؛ آواز میں لچک پیدا کرنا اور زیب وزینت اختیار کرنا۔

(۳) صنف مخالف سے آن لائن تعلیم وتعلم میں اگر غیر تعلیمی روابط کے آپشن کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو بھی اختیار کیا جانا ضروری ہے۔

(۴) گھر کے ذمہ دار حضرات آن لائن تعلیم حاصل کرنے والے افراد کی نگرانی جہاں تک ممکن ہو؛ کرتے رہیں۔

****

(۵) پند ونصائح کے ذریعہ اخلاق، حیاء اور عفت و پاک دامنی کا ماحول بنانے کی فکر کرنا بھی ضروری ہے۔

(۶) کسی بھی خاتون کا اپنی آواز میں لچک پیدا کرنے اور دوسرے کو اپنی طرف مائل کرنے پر بہت سخت وعیدیں آئی ہیں، اس لئے ان امور سے بچتے ہوئے معلّمہ آن لائن آڈیو کے ذریعہ بالغ صنف مخالف کو تعلیم دے سکتی ہے۔

(۷) مرد استاذ کے لئے بھی آن لائن تعلیم میں حتی الامکان آڈیو کا طریقہ اختیار کرنا پسندیدہ اور احتیاط پر مبنی ہے؛ تاہم اگر صحیح اور مفید مقصد کے لئے بہ وقت ضرورت ویڈیو کا طریقہ اختیار کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

(۸) خاتون استاذ کا بالغ طلبہ کو ویڈیو کے ذریعہ درس دینا احتیاط اور پردہ کے تقاضا کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ضروری ہے؛ تاہم اگر شدید ضرورت ہو تو شرعی پردہ یا تصویر کو دھندلا کر کے تدریس کی گنجائش ہوگی۔

(۹) الگ الگ مقامات سے آن لائن درس میں طلبہ و طالبات کا ایک ساتھ شریک ہونا مخلوط تعلیم کے دائرہ میں نہیں آتا؛ تاہم ان کے درمیان آپسی روابط کے امکانات کو ختم کرنے کے جو طریقے ممکن ہوں مثلاً ویڈیو اور چیٹنگ کی سہولت نہ دینا وغیرہ انہیں اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) بہ وقت ضرورت صنف مخالف سے حیاء و شرم پر مبنی مسائل کی مہذب اور شائستہ طریقہ پر توضیح وتشریح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

****

تجویز بابت: آنکھ کا قرنیہ

موجودہ دور میں میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں آنکھ کا قرنیہ (Cornea) اور قُرنِ بٹن (Corneoscleral Button) دوسرے ضرورت مند شخص کو منتقل کرنا محفوظ طریقہ پر انجام پذیر ہوتا ہے اور اس عمل میں میت کی کوئی اہانت نہیں سمجھی جاتی ہے اور نہ اس کی وجہ سے شکل میں کوئی بدنمائی پیدا ہوتی ہے؛ لہٰذا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پاس کی جاتی ہیں:

(۱) زندگی میں آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورت مند شخص کو دینے میں چونکہ دینے والے کو بڑا ضرر لاحق ہوتا ہے، نیز یہ چیز طبی اخلاقیات اور قانون کے بھی خلاف ہے اس لئے اس کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

(۲) کسی شخص نے اپنی زندگی میں وصیت کی کہ اس کی موت کے بعد اس کی آنکھ کا قرنیہ کسی ضرورت مند شخص کو دیا جائے اور ورثاء بھی اس پر راضی ہوں تو اس کی آنکھ کا قرنیہ دوسرے ضرورت مند شخص کو منتقل کرنا چاہیں تو اس کی بھی شرعاً اجازت ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی ایکسیڈنٹ یا حادثہ کا شکار ہوا اور اس کی آنکھ پر ایسی ضرب آئی جس کی وجہ سے اس کی آنکھ کا نکالنا ضروری ہو گیا، یا کسی شدید بیماری کی وجہ سے اس کی آنکھ کا ''قرنیہ'' طبی نقطہ نظر سے قابل استعمال ہو تو ایسی صورت میں اس کا ''قرنیہ'' دوسرے ضرورت مند کو منتقل کیا جا سکتا ہے۔

☆مولانا عظمت اللہ میر کشمیری (نوٹ: تجویز ۲ کی دونوں شقوں کے ساتھ راقم اتفاق نہیں رکھتا ہے)

****

اسباق تفسیر

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شرعی سزاؤں کی تین قسمیں

پہلی آیت میں ان لوگوں کی سزا کا بیان ہے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ اور محاربہ کرتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔

یہاں پہلی بات قابلِ غور یہ ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محاربہ اور زمین میں فساد کا کیا مطلب ہے، اور کون لوگ اس کے مصداق ہیں، لفظ ''محاربہ'' حرب سے ماخوذ ہے، اور اس کے اصلی معنی سلب کرنے اور چھین لینے کے ہیں، اور محاورات میں یہ لفظ سَلَمْ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے، جس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں، تو معلوم ہوا کہ حرب کا مفہوم بدامنی پھیلانا ہے، اور ظاہر ہے کہ اِکّا دُکّا چوری یا قتل و غارت گری سے امنِ عامّہ سلب نہیں ہوتا، بلکہ یہ صورت جبھی ہوتی ہے جبکہ کوئی طاقتور جماعت رہزنی اور قتل و غارت گری پر کھڑی ہو جائے، اسی لئے حضرات فقہاء نے اس سزا کا مستحق صرف اس جماعت یا فرد کو قرار دیا ہے جو مسلّح ہو کر عوام پر ڈاکے ڈالے، اور حکومت کے قانون کو قوت کے ساتھ توڑنا چاہے جس کو دوسرے لفظوں میں ڈاکو یا باغی کہا جا سکتا ہے، عام انفرادی جرائم کرنے والے چور گرہ کٹ وغیرہ اس میں داخل نہیں ہیں۔ (تفسیر مظہری)

دوسری بات یہاں یہ قابل غور ہے کہ اس آیت میں محاربہ کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، حالانکہ ڈاکو یا بغاوت کرنے والے جو مقابلہ یا محاربہ کرتے ہیں وہ انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے، وجہ یہ ہے کہ کوئی طاقتور جماعت

جب طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو توڑنا چاہے تو اگرچہ ظاہر میں اس کا مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی جنگ حکومت کے ساتھ ہے، اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافذ ہو تو یہ محاربہ بھی اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مقابلہ میں کہا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں جس سزا کا ذکر ہے یہ اُن ڈاکوؤں اور باغیوں پر عائد ہوتی ہے جو اجتماعی قوت کے ساتھ حملہ کر کے امنِ عامہ کو برباد کریں، اور قانونِ حکومت کو علانیہ توڑنے کی کوشش کریں اور ظاہر ہے کہ اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مال لوٹنے، آبرو پر حملہ کرنے سے لیکر قتل و خونریزی تک سب اس کے مفہوم میں شامل ہیں، اسی سے مقاتلہ اور محاربہ میں فرق معلوم ہو گیا کہ لفظ مقاتلہ خوں ریز لڑائی کے لئے بولا جاتا ہے گو کوئی قتل ہو یا نہ ہو، اور گو ضمناً مال بھی لُوٹا جائے، اور لفظ محاربہ طاقت کے ساتھ بدامنی پھیلانے اور سلامتی کو سلب کرنے کے معنی میں ہے۔ اسی لئے یہ لفظ اجتماعی طاقت کے ساتھ عوام کی جان و مال و آبرو میں سے کسی چیز پر دست درازی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، جس کو رہزنی، ڈاکہ، اور بغاوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس جُرم کی سزا قرآن کریم نے خود متعین فرما دی اور بطور حق اللہ یعنی سرکاری جرم کے نافذ کیا، جس کو اصطلاح شرع میں حد کہا جاتا ہے، اب سنئے کہ ڈاکہ اور رہزنی کی شرعی سزا کیا ہے آیت مذکورہ میں رہزنی کی چار سزائیں مذکور ہیں:

اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ. ''یعنی اُن کو قتل کیا جائے یا سُولی چڑھایا جائے یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو زمین سے نکال دیا جائے''۔ ان میں سے پہلی

تین سزاؤں میں مبالغہ کا لفظ باب تفعیل سے استعمال فرمایا جو تکرار فعل اور شدّت پر دلالت کرتا ہے، اس میں صیغۂ جمع استعمال فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ ان کا قتل یا سُولی چڑھانا یا ہاتھ پاؤں کاٹنا عام سزاؤں کی طرح نہیں کہ جس فرد پر جرم ثابت ہو صرف اسی فرد پر سزا جاری کی جائے بلکہ یہ جُرم جماعت میں سے ایک فرد سے بھی صادر ہو گیا تو پوری جماعت کو قتل یا سُولی، یا ہاتھ پاؤں کاٹنے کی سزا دی جائے گی۔

نیز اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ یہ قتل وصلب وغیرہ قصاص کے طور پر نہیں کہ اولیاءِ مقتول کے معاف کر دینے سے معاف ہو جائے، بلکہ یہ حد شرعی بحیثیت حق اللہ کے نافذ کی گئی ہے جن لوگوں کو نقصان پہونچا ہے وہ معاف بھی کر دیں تو شرعاً سزا معاف نہ ہوگی، یہ دونوں حکم بصیغۂ تفعیل ذکر کرنے سے مستفاد ہوئے۔

(تفسیر مظہری وغیرہ)

رہزنی کی یہ چار سزائیں حرف اَوْ کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، جو چند چیزوں میں اختیار دینے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور تقسیم کار کے لئے بھی، اسی لئے فقہاءِ امت صحابہ وتابعین کی ایک جماعت حرف اَوْ کو تخییر کے لئے قرار دے کر اس طرف گئی ہے کہ اِن چار سزاؤں میں امام وامیر کو شرعاً اختیار دیا گیا ہے کہ ڈاکوؤں کی قوت وشوکت اور جرائم کی شدّت وخفّت پر نظر کر کے ان کی حسبِ حال یہ چاروں سزائیں یا ان میں سے کوئی ایک جاری کرے۔

سعید بن مسیّبؒ، عطاءؒ، داؤدؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ، نخعیؒ، مجاہدؒ اور ائمہؒ اربعہ میں سے امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور ایک جماعت صحابہؓ وتابعینؒ نے حرف اَوْ کو اس جگہ تقسیم کار کے معنی میں لیکر آیت کا مفہوم یہ قرار دیا کہ رہزنوں اور رہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں۔

****

اسباق حدیث

حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم

تقویٰ کی دعا؛ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْھُدیٰ وَالتُّقیٰ وَالْعَفَافَ وَالغِنیٰ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں یہ کلمات کہتے تھے: اے اللہ! مَیں تجھ سے راہِ راست پر چلنے کا سوال کرتا ہوں اور تقویٰ یعنی تیرے ڈر کا سوال کرتا ہوں اور گناہوں سے حفاظت کا سوال کرتا ہوں، اور فواحش وبے حیائی کے کاموں سے بچنے کا سوال کرتا ہوں اور دل کی بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ ایک ایسی صفت ہے جس کو مانگنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اہتمام کیا ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جس کو بذریعۂ دعا اللہ تعالی سے مانگی جائے۔ اس کے حصول کے لئے عملی طور پر ہمیں کوشش کرنا ہی ہے، اس کے ساتھ ساتھ دعا کا بھی اہتمام کرنا ہے۔

تقویٰ والا پہلو اختیار کرنا چاہیے

عن أبی طریف عدی بن حاتم الطائی رضی الله عنه قال:

****

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ ثُمَّ رَأَى أَتْقىٰ لِلّٰهِ مِنْهَا، فَلْيَأْتِ التَّقْوىٰ. (رواہ مسلم)

یہ روایت حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں: مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے ایک چیز کی قسم کھالی اور پھر اس قسم کے علاوہ دوسرا کام محسوس کیا کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف زیادہ ہے یعنی اس میں گناہ سے بچاؤ زیادہ ہے۔تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے ڈر والی چیز کو ہی اختیار کرے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی بات پر قسم کھالیتا ہے۔مثلاً قسم کھالی کہ فلاں سے بات نہیں کروں گا، باپ ناراض ہوگیا تو بیٹے سے بات نہ کرنے کی قسم کھالی، پھر احساس ہوا کہ یہ تو قطع رحمی ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں! اگر بیٹے کی شرعی خلاف ورزی کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو گنجائش ہے۔ بہر حال! جس چیز کی قسم کھائی ہے اس کے بارے میں محسوس ہوا کہ اس قسم کی خلاف ورزی کرنا ہی شرعی اعتبار سے زیادہ مناسب ہے، تو پھر وہی کرنا چاہیے، اور اپنی قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردے۔

معلوم ہوا کہ قسم کھانے کے بعد بھی جب یہ تاکید کی جارہی ہے کہ تقویٰ والا پہلو دوسری بات میں ہو تو قسم توڑ دو۔ تو دوسرے کاموں میں بدرجۂ اولیٰ اس کا اہتمام کیا جائے گا۔

****

ع مت پوچھ ان خرقہ پوشوں کی......قسط(۵۰)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق ناز کی قاسمی صاحب

(۴) حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن عثمانی (علیہ رحمۃ اللہ الباری، وفات ۱۹۲۰ء)

ے زبان پہ بارِ خدایا! یہ کس کا نام آیا ؟
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے، لئے

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) بیک وقت مفسر و محدث اور فقیہ و متکلم تھے، خلوت نشین (صوفی مرتاض) ہونے کے ساتھ ساتھ میدانِ سیاست میں ایک کامیاب شہسوار تھے، مدرس و محقق ہونے کے ساتھ ساتھ عابد شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے، مصنّف و مؤلّف ہونے کے ساتھ ساتھ خانقاہی تھے، صوفی صافی ہونے کے ساتھ ساتھ انگریز سامراج کے لئے ایک تیغ برّاں (ننگی تلوار) بھی تھے، حامیٔ سُنَنِ مصطفیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ ماحیٔ بدعات وخرافات بھی تھے۔

الغرض! ساری زندگی آپ رحمۃ اللہ علیہ تلوار کے سائے تلے نمازِ عشق و وفا پڑھتے رہے اور پڑھاتے رہے۔ وظیفۂ حیات مستعار، تلقین غزالی تھا اور شب و روز محنتوں کا حاصل روح بلالی کا احیاء تھا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)۔

ے بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

متحدہ ہندوستان کو انگریز بھیڑیوں سے آزادی دلانے کے لئے ریشمی رومال تحریک کی بنیاد آپؒ نے ہی ڈالی تھی، اس کام کے لئے اپنے مریدوں اور شاگردوں کی ایک مضبوط جماعت بنا کر متحرک کیا تھا جس کی پاداش میں آپ کو مالٹا کی خطرناک ترین جیل میں کوئی تین سال سے زیادہ گزارنے پڑے۔ آپ کی

****

ہدایات پر امام انقلاب حضرت علاّمہ عبیداللہ سندھیؒ نے افغانستان میں ایک عارضی و عبوری آزاد ہندوستان کی حکومت قائم کی اور انگریز شاطر حکومت کو متحدہ ہندوستان سے باہر کا راستہ دکھانے کے لئے ایک تنظیم ــــ خدائی فوج ــــ کی بنیاد ڈال دی تھی، اس تحریک کا مرکز وسط ایشیا کے لئے یاغستان اور عرب ممالک کے لیے مدینہ طیبہ کو بنایا تھا۔ دورانِ قید و بند (اسارت) چند اکابر علمائے کرام نے (جو حضرت ہی کے فیض یافتہ تھے) ــــ جمیعت علمائے ہند ــــ (تاسیس ۱۳/اپریل سنہ ۱۹۱۹ء) کی بنیاد ڈالی اس کا مقصد بھی اہلِ اسلام کی دینی و دعوتی اور اصلاحی و فلاحی رہنمائی کے ساتھ ساتھ انگریزوں کی ظالمانہ حکومت سے اہل ہند کو نجات دلانا تھا، مالٹا کی قید سے رہا ہو کر آپؒ نے اس کی زبردست تحسین و تائید فرمائی چنانچہ آپ ہی کے شاگرد رشید فقیہ زماں حضرت علاّمہ مفتی محمد کفایت اللہؒ دہلویؒ کو اس کے پہلے صدر بنائے گئے۔ انگریز بھیڑیوں کے خلاف آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ''تحریکِ ترک موالات'' شروع کی اور اپنے قلم سے یہ فتویٰ جاری فرمایا تھا :

''کہ انگریزی حکومت کا ہر اعتبار سے بائیکاٹ کیا جائے'' اس تحریک میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے غیر مسلم برادری کو بھی شامل کیا تھا چنانچہ اپنے سرگرم شاگرد رشید محدث آستانۂ نبوی شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمدؒ مدنیؒ کو پورے متحدہ ہندوستان میں رات و دن سفر کر کے اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کمر بستہ ہو کر کام کرنے کا حکم دیا۔

لئے پھرتی ہے بلبل چونچ میں گُل   شہید ناز کی تربت کہاں ہے؟

حضرت شیخ الہندؒ مادر علمی ازہر ایشیا دارالعلوم دیوبند کے پہلے طالب علم تھے، جب غیر رسمی طور پر تاریخی مسجد چھتہ کے صحن میں ایک انار کے درخت کے نیچے آپؒ کے جلیل القدر استاذ حضرت ملاّ محمود دیوبندیؒ نے آپ سے ــــ بسم اللہ پڑھوا کر اس

کا آغاز کیا تھا۔ کہ شاگرد بھی محمود (الحمدللہ) استاذ بھی محمود (ماشاء اللہ) جگہ بھی محمود (الحمدللہ) وقت بھی محمود (ماشاء اللہ) کام بھی محمود (الحمدللہ) نام بھی محمود (ماشاء اللہ) مقصد بھی محمود (الحمدللہ) اس طرح ماضی بھی حال بھی اور مستقبل بھی محمود (ان شاءاللہ تعالیٰ)

ع ــــ سر بکف سر بلند دیوبند دیوبند

حضرت مرشد گنگوہیؒ کے بعد آپؒ دارالعلوم کے سرپرست، شیخ الحدیث، صدر مدرس اور دارالعلوم دیوبند کے صف اوّل کے علمائے کرام و اولیائے عظام کے استاذ و پیر و مرشد و مربی تھے۔

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کر چلا ہوں   صدیوں مجھے گلشن کی فضا یاد کرے گی

۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں آپؒ اس عالمِ رنگ و بو میں شہر بریلی میں تشریف لائے جہاں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی عثمانیؒ (وفات ۱۹۰۴ء) ملازمت کے حوالے سے مع اہل و عیال قیام پذیر تھے۔ گھر پر ہی تعلیم و تربیت پائی چنانچہ مختصر القدوری اور شرح تہذیب (یعنی ہمارے درس نظامی کے تیسرے سال) کی کتابیں پڑھ ہی رہے تھے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام بتاریخ ۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء بروز جمعۃ المبارک ہوا۔ یعنی بغیر کسی پیشگی اعلان اور رسمی انتظام کے چھتہ مسجد کے صحن میں اُگے انار کے درخت کے نیچے بوقتِ اشراق حضرت ملاّ محمود دیوبندیؒ نے حضرت محمود عثمانیؒ سے بسم اللہ الخ کرایا۔ الحمدللہ۔ کوئی سات سال تک علوم اسلامیہ (تفسیر و حدیث، فقہ و اصول، کلام و سیرت) اور فنون عصریہ (منطق و فلسفہ، ادب و تاریخ، ریاضی و ہیئت اور جغرافیہ) کی رسمی تکمیل کی۔ چنانچہ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتویؒ کے دست مبارک سے آپ کو دستار فضیلت کا اعزاز بخشا گیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(جاری)

احتیاط اور تیسیر، شریعت کے دو اہم اصول

کلیدی خطبہ

بہ موقع: ۳۴ رواں فقہی سیمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

از

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بتاریخ: ۱۶/۱۷/۱۸ جمادی الاولی ۱۴۴۷ھ، ۸/۹/۱۰ نومبر ۲۰۲۵ء مقام: جمشید پور (جھارکھنڈ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين

ملک کے گوشہ گوشہ سے آئے ہوئے حضرات علماء کرام

فقہاء ذی احترام اور برادران اسلام!

اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ایک بار پھر احکام شرعیہ پر غور کرنے اور امت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، اور یہ بات بھی قابل مسرت ہے کہ یہ سیمینار ایک ایسے شہر میں منعقد ہو رہا ہے، جو صنعت وتجارت میں نمایاں مقام رکھتا ہے، یہاں مسلمانوں کی قابل لحاظ آبادی بھی ہے، اور یہاں ملک کے ہر علاقہ کے لوگ آباد ہیں، اس اعتبار سے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہاں گویا پورا ہندوستان بستا ہے؛ البتہ علوم اسلامی کی نشر واشاعت اور تعلیم و تحقیق میں اس علاقے کا کوئی نمایاں حصہ نہیں رہا ہے، امید ہے کہ ان شاء اللہ فکر ونظر

کی جو بستی یہاں بنائی جا رہی ہے، وہ آئندہ اس پہلو سے بھی شہر اور علاقہ کے لئے تقویت کا باعث ہوگی، **وما ذلک علی الله بعزیز**

حضرات! نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے شریعت اسلامی کے بنیادی مزاج کو سامنے رکھنا ضروری ہے؛ چنانچہ آپ حضرات کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آج اسی سلسلے میں اپنا سبق سنانا چاہتا ہوں؛ کیوں کہ اس سلسلہ میں خاصی بے اعتدالی پائی جاتی ہے، بہ قول اکبر الہ آبادی:

ادھر یہ ضد ہے کہ لیمن بھی چھو نہیں سکتے
ادھر یہ رٹ ہے کہ ساقی صراحی مے لا

اگر غور کیا جائے تو شریعت کے تمام احکام کا تعلق اجازت اور ممانعت سے ہے، جن احکام کو انجام دینا ضروری یا مستحب ہے یا جن کو کرنا جائز ہے، وہ اجازت کے دائرے میں آتے ہیں، جو افعال حرام ہیں یا جن کے کرنے میں کراہت ہے، وہ ممانعت کے دائرے میں آتے ہیں، جن باتوں کو ایسی نص کے ذریعہ منع کیا گیا ہے جو اپنے ثبوت کے اعتبار سے قوی ہیں اور اپنے مصداق پر دلالت کے اعتبار سے واضح ہیں، یا ان پر امت کا اجماع واتفاق ہے، وہ قطعی احکام ہیں، ان میں کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے، ان کی حیثیت دین کی حدود اربعہ کی ہے، لیکن جو احکام ظنی الثبوت نص سے ثابت ہیں، یا ان کی بنیاد قیاس واجتہاد پر ہے، جن کو مجتہد فیہ مسائل کہا جاتا ہے، ان میں غور وفکر کی ضرورت باقی رہتی ہے، حلال وحرام کے احکام عام طور پر واضح ہوتے ہیں، ان کی شکل بھی بے غبار ہوتی ہے، البتہ کچھ مسائل ایسے ہوتے ہیں جن میں دونوں جہتوں کی مشابہت پائی جاتی ہے، حدیث میں ان کو شبہات یا مشبہات سے تعبیر

فرمایا گیا ہے؛ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد نبوی منقول ہے:

الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس ...الخ (صحیح بخاری، باب: الحلال بین والحرام بین، حدیث نمبر: ۲۰۵۱)۔

اس نوع کے مسائل منصوص احکام میں بھی پائے جاتے ہیں، خاص کر ایسی صورت میں جب احادیث میں بظاہر تعارض پایا جاتا ہو، یا جو تعبیر اختیار کی گئی ہے، اس میں ایک سے زیادہ معنوں کا احتمال ہو جیسے **لا نكاح إلا بولي** (سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۸۰)، جیسا کہ معروف ہے، بعض فقہاء کے نزدیک یہاں لا "نفی" صحت کے لیے ہے، کہ ولی کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، اور بعض کے یہاں نفی کمال کے لئے ہے کہ مصالح نکاح اس نکاح سے کما حقہ حاصل نہیں ہو سکتے، جس میں ولی کو اعتماد میں نہیں لیا گیا ہو، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ، عرف اور سد ذریعہ وغیرہ پر فقہاء نے جن مسائل کی بنیاد رکھی ہے، ان کی حیثیت زیادہ تر یہی ہے، ایسے مسائل کے لیے شریعت نے دو بنیادی اصول متعین کئے ہیں: ایک اصول احتیاط کا ہے، اور دوسرا تیسیر کا، دونوں جہتیں قرآن وحدیث کی واضح ہدایات سے ثابت ہیں، احتیاط سے مراد یہ ہے کہ جہاں اجازت وممانعت کے دونوں پہلو ہوں وہاں ممانعت کے پہلو کو ترجیح دی جائے؟ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں ہے:

فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه و من وقع في الشبهات كراع يرعى حول الحمى، يوشك أن يواقعه ألا وإن لكل ملك حمى ألا أن حمى الله في أرضه محارمه...

(صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۰۵۱)۔

****

جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا، اور جو شبہات میں پڑ گیا، وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو آڑ کے گرد و پیش میں مویشی چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ اس میں پڑ جائے، یاد رکھو، ہر فرمانروا کی ایک سرحد ہوتی ہے، اللہ کی زمین میں اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں سرحد ہیں، اور جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو پورا جسم درست ہوتا ہے، جب اس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو پورے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، یاد رکھو وہ دل ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں واضح طور پر مشتبہ مسائل میں احتیاط کا حکم دیا گیا ہے، عطیہ سعدیؓ سے مروی ہے کہ:

لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به عذرا لما به البأس (سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، حدیث نمبر: ۲۴۵۱)۔

بندہ اس وقت تک متقین کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کے لیے ایسی چیزوں کو بھی نہ چھوڑ دے جس میں گنجائش ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

دع ما يريبك إلى ما لا يريبك (مسند احمد، عن حسن بن علی، حدیث نمبر: ۱۷۲۳، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۵۱۸، وقال: حدیث حسن صحیح)۔

اس اصول پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسائل کا استنباط بھی فرمایا ہے، جیسا کہ حضرت عدی بن حاتمؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے کتا چھوڑنے اور اس کے شکار کرنے کے بارے میں جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إذا أرسلت كلبك المعلم فقتل فكل، وإذا أكل فلا تأكل،

****

فإنما أمسكه على نفسه قلت: أرسل كلبي فأجد معه كلبا آخر قال: فلا تأكل، فإنما سميت على كلبك و لم تسم على كلب آخر.

(صحیح بخاری، باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان، حدیث نمبر:۱۷۵)

جب تم (شکار پر) اپنا تربیت یافتہ کتا چھوڑو، وہ جانور کو مار ڈالے تو اسے کھاؤ، اور جب وہ خود اس میں سے کھالے تو تم مت کھاؤ؛ اس لیے کہ اس نے خود اپنے لیے اس کو روکا ہے نہ کہ تمہارے لیے، میں نے عرض کیا: اگر میں کتا چھوڑوں اور میں اس کے ساتھ دوسرا کتا بھی پاؤں؟ یعنی شکار میں دونوں کتوں کی شرکت کا شبہ ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تم اس میں سے مت کھاؤ، اس لیے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہا ہے نہ کہ دوسرے کتے پر۔

فقہاء کے بہت سے اجتہادات اسی اصول پر مبنی ہیں، امام ابو بکر جصاص رازیؒ بطور اصول لکھتے ہیں:

فهذه الأخبار تفيد في مجموعها أنه ينبغي على المكلف الكف عن الفعل في مواقف الريب ومظان التهمة تحرزا من الوقوع في محظور (دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۱/۳۱۸، کشف الاسرار ۳/۹۴)۔

یہ احادیث بحیثیت مجموعی واضح کرتی ہیں کہ مکلّف کو چاہئے کہ شک اور تہمت کے مواقع سے بچا رہے؛ تا کہ حرام میں پڑنے کی نوبت نہ آئے۔

مختلف اہل علم جنہوں نے قواعد فقہ پر قلم اٹھایا ہے، نے اس کو ایک واضح اصول کے طور پر بیان کیا ہے: **الدليلان إذا تعارضا قدم ما كان منهما أقرب إلى الاحتياط .**

(اللمع للشیرازی، ص:۸۶، البحر المحیط ۸/ ۱۹۸، اعلام الموقعین ۲/۳۴۸، قواطع الادلۃ (۱/۴۰۸)۔

****

جب دو دلیلوں میں تعارض ہو تو جو احتیاط سے قریب ہو، اس کو مقدم رکھا جائے۔

احتیاط کے بالمقابل دوسرا پہلو "تیسیر کا ہے، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ اس پر قرآن وسنت کی بہت ساری نصوص موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (بقرہ: ۱۸۵) اللہ تعالی تمہارے ساتھ سہولت چاہتے ہیں تم کو دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتے۔

ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج (مائدہ:۶)

اللہ تعالی تم پر حرج پیدا کرنا نہیں چاہتے۔

قرآن نے بطور اصول کے کہا ہے کہ اللہ تعالی نے دین میں تمہارے لیے حرج نہیں رکھا ہے،

وما جعل عليكم في الدين من حرج (الحج:۷۸)۔

رسول اللہ سلم نے ارشاد فرمایا:

إن الدين يسرولن يشادالدين أحدإلاغلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا ...الخ (صحیح بخاری عن ابی ہریرہ، حدیث نمبر ۳۹)۔

دین آسان ہے، اگر کوئی شخص دین میں شدت اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا؛ لہٰذا درست عمل کرو، احکام شریعت کے قریب قریب عمل کو اختیار کرو اور خوشخبری کے پہلو کو پیش کیا کرو۔

چنانچہ علامہ علی عزیزی شارح جامع صغیر للسیوطی اس حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں:

قد يستفاد من هذا الإشارة إلى الأخذ بالرخصة الشرعية

****

فإن الأخذ بالعزيمة فى موضع الرخصة تنطع كمن ترک التيمم عندالعجزعن استعمال الماء فيفضى به استعمال الماء إلى حصول الضرر (السراج المنير شرح جامع صغير (۲۴/۲)۔

اس اشارہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ رخصت شرعیہ کو قبول کرنا چاہئے، رخصت کی جگہ میں عزیمت کے پہلو کو اختیار کرنا غلو کرنا ہے، جیسے کوئی شخص پانی کے استعمال سے عاجز ہو لیکن وہ تیمم نہ کرے؛ کیونکہ پانی کا استعمال اس کے لیے ضرر کا سبب ہوسکتا ہے۔

ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یسر اور سہولت میں برکت ہے، عسر اور تنگی میں بے برکتی ہے، اليسر يمن والعسر شوم

(أمثال الحديث للاصفهانى ،ص: ۱۸۹)

معروف روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت معاذ کو یمن رخصت کرتے ہوئے فرمایا: يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا وتطاوعا ولا تختلفا (صحیح بخاری کتاب المغازی، حدیث نمبر ۳۰۳۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت اسلامی کا عمومی مزاج بیان فرمایا ہے کہ اس میں عقیدہ میں توحید پر استقامت اور عمل میں یسر اور سہولت کا لحاظ ہے: بعثت بالحنيفية السمحة (مسند احمد عن ابی امامۃ، ۵/۲۶۸، نیز دیکھئے: صحیح بخاری، باب الدین یسر)۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا احکام شرعیہ میں جو طرز عمل تھا اس کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

ما خير رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أمرين إلا أخذ

أيسرها ما لم يكن إثمافإن كان إثما كان أبعد الناس منه

(صحیح بخاری: ۴/۱۸۹، حدیث نمبر: ۳۵۶۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دو چیزوں کا اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کا انتخاب فرماتے؛ بشرطیکہ وہ گناہ کی بات نہ ہو، اگر گناہ کی بات ہوتی تو آپ لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دوری اختیار کرنے والے ہوتے۔

یسر اور سہولت کی رعایت کے لیے بعض دفعہ آپ نے جائز اور مستحب عمل کو بھی منع فرمایا ہے؛ چنانچہ ایک صاحب مسجد میں طویل نماز پڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے، ان کے مونڈھے پکڑے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے آسانی کو پسند فرماتے ہیں، تنگی کو پسند نہیں فرماتے، آپ نے یہ بات تین بار فرمائی (مسند حارث ۱/۳۴۳)۔

یہ بات تو آپ نے اپنی نماز ادا کرنے والے کے لیے فرمائی ہے، جو امامت کرتا ہو اس کو تو خاص طور پر تلقین کی:

من صلى بالناس فليخفف، فإن فيهم المريض والضعيف و ذاالحاجة. (صحیح بخاری عن ابی مسعود، حدیث نمبر: ۹۰)۔

جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے اس کو ہلکی نماز پڑھنی چاہئے؛ کیونکہ نماز پڑھنے والوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں، کمزور اور ضرورت مند بھی۔

یہ روایت بھی معروف ہے کہ جب کچھ صحابہ نے از راہ زہد بعض مباحات کو چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا، کسی نے کہا: میں مسلسل روزے رکھوں گا، کسی نے ارادہ کیا کہ میں رات بھر نماز پڑھوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس سوچ کو پسند نہیں

فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، (رمضان کے علاوہ دنوں میں) میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں **(بخاری، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۰۶۳)**.

قرآن و حدیث سے روشنی حاصل کرتے ہوئے فقہاء نے بھی قدم قدم پر تیسیر کے پہلو کو اختیار کیا ہے اور کئی فقہی قواعد اسی اصول پر مبنی ہیں، جیسے:

ألأمر إذا ضاق اتسع ، المشقة تجلب التيسير، الضرر يزال، الحرج مدفوع.

ہم سب جانتے ہیں کہ ان قواعد کے تحت فقہاء نے کتابوں میں ڈھیر سارے مسائل ذکر کئے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر کسی صاحب علم نے یسر اور سہولت کا قول اختیار کیا تو ظاہر بیں لوگ اس پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، غالبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سوچ پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

إن الله يحب أن تقبل رخصه، كما يحب العبد مغفرة ربه (معجم كبير للطبراني، حديث نمبر ۱ ۷۶۶۱) جیسا بندہ اپنے رب کی مغفرت کا خواہاں ہوتا ہے، اسی طرح اللہ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی رخصتوں کو قبول کیا جائے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن الله لم يبعثني معنتا ولا متعنتا ولكن بعثني معلما ميسرا (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۴۷۸، مسند احمد: ۱۴۵۱۵)۔

اللہ تعالی نے مجھے معنت یعنی مشقت کا راستہ اختیار کرنے والا، اور متعنت یعنی دوسرے کو مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا، لیکن سہولت پیدا کرنے والا معلم

بنا کر بھیجا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بھی اس کی نصیحت فرماتے تھے:

إنما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين (صحیح بخاری عن ابی ہریرہ، حدیث نمبر:)۔

شریعت اسلامی کے مزاج کو واضح کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے بندہ کا عزیمت پر عمل کرنا اللہ تعالی کو محبوب ہے اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی محبوب ہے: **إن الله يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه** (صحیح ابن حبان عن عبداللہ بن عباس، حدیث نمبر: ۳۵۴)۔

مزاج شناس بارگاہ نبوت حضرت عبداللہ بن عباسؓ مسافر کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے سلسلہ میں فرماتے تھے:

لا تعب على من صام في السفر ولا على من أفطر، خذ بأيسرهما عليك، قال الله تعالى: يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (مصنف عبدالرزاق ۲/۵۷۰)۔

نہ سفر میں روزہ رکھنے والوں کو برا بھلا کہو اور نہ روزہ نہ رکھنے والوں کو؛ بلکہ تم کو جو آسان ہو، اس پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر.**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں تعمق سے منع فرمایا:

إياكم والتنطع " (سنن داری، حدیث نمبر: ۱۴۴)، اور بعض روایتوں میں اس کو تکلف سے تعبیر کیا گیا ہے؛ چنانچہ حضرت انسؓ نے حضرت عمرؓ کا قول روایت کیا ہے: **"نهينا عن التكلف"** (صحیح بخاری: باب ما يكره من كثرة السؤال، حديث

نمبر:۶۸۶۳)۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فرمایا: ''**أصل التعمق أن يؤخذ موضع الاحتياط لازماً** (حجۃ اللہ البالغہ۲/۱۸۰)۔

صحابہ، ان کے بعد تابعین اور مجتہدین نے ہمیشہ اس نقطہ نظر سے کہ لوگ شریعت کو بوجھ نہ سمجھنے لگیں، جہاں گنجائش ہو، وہاں یسر کے پہلو کو اختیار کیا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے استاذ امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

إذا اختلف عليك في أمرين فخذ بأيسرهما ثم قرأ:يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (الفقیہ والمتفقہ :خطیب بغدادی:۲/۴۳۱)۔

جب تم پر دو پہلوؤں میں اختلاف کی صورت سامنے آئے تو جس میں آسانی ہو اس کو لو؛ اس لئے کہ اللہ تعالی تم سے آسانی چاہتے ہیں، نہ کہ دشواری۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: اصل تفقہ رخصت کا راستہ نکالنا ہے، ورنہ شدت برتنے کو تو ہر شخص بہتر سمجھتا ہے: **إنما الفقه الرخصة من ثقة، فأما التشديد فيحسنه كل أحد** (جامع بیان العلم وفضلہ:۱/۷۸۴)۔

جن مسائل میں دونوں جہتیں ہوسکتی ہوں، احتیاط کی بھی اور تیسیر کی بھی، اور اس کی وجہ سے اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہو جائے تو کسی کی تحقیر کرنا درست نہیں ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

الاختلاف بين المجتهدين في الفروع، لا مطلق الاختلاف من آثار الرحمة، فإن اختلافهم توسعة للناس، قال: فمهما كان الاختلاف أكثر كانت الرحمة أوفر (حاشیہ ابن عابدین:۱/۴۶)

مطلق اختلاف نہیں؛ بلکہ ضروری مسائل میں مجتہدین کے درمیان اختلاف

****

رحمت خداوندی کے آثار میں سے ہے، ان کے اختلاف میں لوگوں کے لئے توسیع ہے لہذا جہاں اختلاف رائے زیادہ ہوگا، وہاں رحمت خداوندی بھی بھرپور ہوگی۔

اور علامہ عجلونیؒ نے یحییٰ بن سعیدؒ کا قول نقل کیا ہے:

اختلاف أهل العلم توسعة، وما برح المفتون يختلفون فيحلل هذا ويحرم هذا، فلا يعيب هذا على هذا، ولا هذا على هذا (کشف الخفاء، ص:۶۵)۔

اہل علم کا اختلاف توسیع کا باعث ہے، ارباب افتاء میں ہمیشہ اختلاف رائے ہوتا رہا ہے، ایک صاحب افتاء ایک چیز کو حلال کہتا ہے اور دوسرا حرام، لیکن نہ یہ ان پر نکتہ چینی کرتے تھے، اور نہ وہ ان پر۔

حاصل یہ ہے کہ مسائل شرعیہ میں احتیاط اور تیسیر دونوں جہتیں شریعت میں مطلوب ہیں، اور اہل علم کا فریضہ ہے کہ وہ ان دونوں کو اپنے اپنے محل پر منطبق کریں، اس انطباق میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے، اور یہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے جیسے یوم شک کا روزہ، فقہاء کے ایک گروہ نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت کی بنا پر شعبان کی ۳۰ تاریخ کو روزہ رکھنے سے منع کیا اور یہی رائے حنفیہ کی بھی ہے؛ لیکن حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، متعدد صحابہ اور تابعین نے احتیاطا اس دن روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے (دیکھئے: نیل الاوطار:۴/۲۷۶)

کس مسئلہ میں احتیاط کا قاعدہ منطبق ہوگا اور کس میں تیسیر کا؟ یہ خود ایک اجتہادی مسئلہ ہے، اور اس پہلو سے فقہاء کے درمیان بہت سے مسائل میں خاص کر استحباب اور کراہت کا حکم لگانے میں اختلاف رائے ہوا ہے لیکن اس سلسلہ میں سلف سے جو توضیحات منقول ہیں، ان سے بعض نکات سمجھ میں آتے ہیں:

****

اول: یہ کہ عبادات میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟ چنانچہ علامہ سرخسیؒ نے امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا ہے:

الأخذ بالاحتیاط فی العبادات أصل (المبسوط للسرخسی: ۲۴۶/۱)۔

رمز شناس فلسفۂ شریعت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

العبادات مبناها علی الاحتیاط (المستصفی: ۱۹۸/۲)۔

علامہ سرخسیؒ کا بیان ہے: **الاحتیاط فی باب العبادات واجب**

(المبسوط: ۱۵۴/۳، نیز النہایۃ شرح ہدایہ: ۲۳۵/۲)۔

بظاہر اسی پس منظر میں ہمارے بعض اکابر خاص کر فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وہ بات ہے کہ معاملات میں دوسرے مذاہب فقہیہ سے استفادہ کر کے زیادہ سے زیادہ سہولت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے (دعوات عبدیت ۱۲۴/۲)، اور اسی اصول کو منطبق کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ نے ''الحیلۃ الناجزۃ'' جیسی اہم کتاب مرتب فرمائی، اور اسی سے روشنی حاصل کرتے ہوئے اپنے زمانہ کے احوال کے لحاظ سے اس میں مزید وسعت برتی گئی۔

بظاہر فقہاء نے عبادات میں احتیاط کو اختیار کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ عبادت میں ضروری حد تک تیسیر کی اجازت پہلے سے موجود ہے۔

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ عبادات کے علاوہ دوسرے مسائل میں احتیاط کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے؛ اس لئے کہ فی نفسہ شریعت کے تمام ہی احکام میں احتیاط کا پہلو اختیار کرنے کی کوشش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گذر چکا ہے، ''**فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه و عرضه**'' اور شاید یہ سوچنا بھی درست نہیں ہوگا کہ عبادات میں ہر جگہ احتیاط ہی کے پہلو کو ترجیح دینا ہے اور اس

کے مخالف پہلو سے بچنا ہے، مثلاً طہارت کے مسائل، وسیلہ صلاۃ ہونے کے پہلو سے اپنے اندر عبادت کا رنگ بھی رکھتے ہیں، لیکن ہم سب جانتے ہیں کہ طہارت ونجاست کے مسائل میں فقہاء نے کثرت سے یسر وسہولت کے پہلو کو ملحوظ رکھا ہے۔

دوسرے: احتیاط کا پہلو اس وقت اختیار کیا جائے، جب اس کے مقابلہ میں کوئی نص موجود نہ ہو؛ اسی لئے علامہ بابرتیؒ لکھتے ہیں:

العمل بالاحتیاط واجب عند عدم المانع (العنایہ علی الہدایہ: ۱۱۶/۷)۔

نیز شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

الاحتیاط حسن ما لم یفض بصاحبه إلی مخالفة السنة، فإذا أفضی إلی ذلک فالاحتیاط ترک الاحتیاط

(الفتاوی لابن تیمیہ: ۲۱۵/۱۰)۔

اگر کوئی رخصت نص سے ثابت ہو اور احتیاط اجتہاد پر مبنی ہو تو احتیاط کا حکم قابل قبول نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کسی بھی صورت نص کا اہمال درست نہیں ہے، غور فرمائیے کہ مشقت وحرج کو دور کرنے کا شریعت نے قدم قدم پر لحاظ رکھا ہے، مگر اس کی وجہ سے بھی نص کو ترک نہیں کیا جا سکتا:

المشقة والحرج إنما یعتبران فی موضع لا نص فیه وأما مع النص بخلافه فلا، ولذا قال أبو حنیفة ومحمد بحرمة رعی حشیش الحرم وقطعه إلا الاذخر وجوز أبو یوسف دفعا للحرج

(الاشباہ والنظائر: ۸۳-۸۴)۔

مشقت اور حرج ایسی جگہوں میں معتبر ہے، جہاں نص موجود نہیں ہو، جہاں نص موجود ہو، وہاں معتبر نہیں؛ چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے اذخر کے علاوہ حرم شریف کی

گھاس کو چرانا اور کاٹنا حرام قرار دیا ہے، جب کہ امام ابو یوسف نے بوجہ حرج جائز قرار دیا ہے۔

تیسرے: احتیاط اور تیسیر کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنے معاملہ میں احتیاط اور عمل کے اعلیٰ ترین طریقہ کو اختیار کرنے کی کوشش کرے، لیکن عوام کے سلسلہ میں یسر اور سہولت کے پہلو کو ترجیح دے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

ينبغي للمفتي أن يأخذ بالأيسر في حق غيره خصوصا في حق الضعفاء لقوله لأبي موسى الأشعري ومعاذ، يسرا ولا تعسرا .ولا يليق ذلک بأهل العزلة بل الأخذ بالاحتياط والعمل بالعزيمة أولى بهم (عقدالجید :۳۷)۔

مفتی کے لئے مناسب ہے کہ وہ دوسروں کے لئے خاص کر کمزوروں کے لئے آسان پہلو کو اختیار کرے؛ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تھا: **يسرا ولا تعسرا** ......اور گوشہ نشینوں کے لئے یہ راہ موزوں نہیں ہے؛ بلکہ ان کے لئے احتیاط اور عزیمت کو اختیار کرنا اولی ہے۔

عوام کے لئے احتیاط پر اصرار اور ان کو عزیمت کے راستہ پر فتوی دینا بعض اوقات شریعت کے مقاصد کو مجروح کر دیتا ہے، اور فساد کا سبب بنتا ہے، اس سلسلہ میں علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ نے دو ایسے تاریخی واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے، جس نے یقیناً مسلمانوں کو سخت اور تاریخی نقصان پہنچایا، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ومن هذه الغباوة ذهبت سلطنة بخارى حيث استفتى السلطان

****

علماء زمانه بشراء بعض الآلات الكائنة فى زمنه، فمنعوه، وقالو: انها بدعة، فلم يدعوه ان يشتريها حتى كانت عاقبة أمرهم أنهم انهزموا وتسلط عليهم الروس، ونعوذ بالله من الجهل.

اسی کم فہمی کی وجہ سے بخاری کی سلطنت ختم ہوگی، جب وہاں کے سلطان نے اپنے زمانے کے علماء سے بعض وفاعی اور جنگی آلات کے بارے میں پوچھا، جو اس کے زمانے میں استعمال ہوتے تھے، تو اس کو منع کر دیا، اور کہنے لگے۔ بدعت ہے، انھوں نے سلطان کو اس کو خریدنے کی اجازت نہیں دی، یہاں تک کہ آخری انجام یہ ہوا کہ مسلمان شکست کھا گئے، روس کو ان پر غلبہ حاصل ہوگیا، اور ہم ایسی جہالت سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اسی طرح کا ایک دلچسپ واقعہ شاہ صاحبؒ نے شاہ روم کا نقل کیا ہے:

ونحوه ما وقع لسلطان الروم، حيث كتب الى بعض السلاطين يخبره عن رغبته فى الاسلام وكان وثنيا، فسأله هل لى رخصة فى شرب الخمر فى دينک؟ فانى لا استطيع أن أصبر عنها، فلو كان لى رخصة أسلمت؟ فاستفتى السلطان علماء زمانه، فأجابوا أنها حرام ولا نجد له رخصة، فان شاء ترک الخمر، ويدخل فى الاسلام، وان شاء بقى على دينه، ويشرب الخمر، فلما بلغ خبره الى نصرانى دعاه الى دينه وقال: اشرب الخمر وتنصر فاختار النصرانية، والعياذ بالله من سوء الفهم والجهل، ولو استفتيت منه لقلت له: ادخل فى الاسلام، واعتقد بحرمة الخمر ثم ان ابيت الا أن تشرب الخمر فاشرب (فیض الباری:۱۹۰/۴)

****

اسی طرح کا واقعہ باشاہ روم کا پیش آیا، جو بت پرست تھا، اس نے بعض مسلمان فرمانرواؤں کو اسلام میں اپنی رغبت سے متعلق خط لکھ، اور دریافت کیا: کیا تمہارے دین میں مجھے شراب پینے کی اجازت ہوگی؟ کیوں کہ میں شراب سے باز نہیں رہ سکتا، اگر مجھے اس کی اجازت ہوتو میں مسلمان ہوجاؤں، سلطان نے اپنے زمانے کے علماء سے استفتاء کیا، انھوں نے جواب دیا: شراب حرام ہے اور ہم اس کے لئے شریعت میں کوئی گنجائش نہیں پاتے ہیں، اگر وہ چاہے تو شراب چھوڑ دے اور اسلام میں داخل ہوجائے اور چاہے تو اپنے مذہب پر قائم رہے اور شراب پیتا رہے، جب عیسائیوں کو اس کی خبر پہنچی تو انھوں نے اس کو اپنے مذہب کی دعوت دی اور کہا: شراب پیو اور عیسائی بن جاؤ؛ چنانچہ بادشاہ نے عیسائیت اختیار کرلی، ان علماء کی اس کم فہمی اور جہالت سے اللہ کی پناہ!

اگر مجھ سے اس کے بارے میں فتوی پوچھا جاتا تو میں کہتا کہ اسلام میں داخل ہوجاؤ مگر شراب کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھو، پھر اگر تم شراب پینے سے نہ رک سکو تو (گناہ سمجھ کر) پی لو۔

یہ تصور کرلینا کہ تیسیر ہمیشہ ''تشہی'' کا سبب ہوتا ہے، درست نہیں ہے، بہت سے مواقع پر تیسیر لوگوں کے لئے دین کی حفاظت کا اور احکام شریعت سے ان کی محبت کے باقی رکھنے کا ذریعہ ہے، اس پہلو کا خیال صرف فقہاء نے ہی نے نہیں رکھا ہے؛ بلکہ بلند پایہ صوفیاء اور مشائخ نے بھی رکھا ہے، بنگال میں ایک شہر سنارگاؤں تھا، جواب بنگلہ دیش کا ایک گمنام قصبہ ہے، وہاں بعض نوجوان علماء نے یہ مسئلہ کھڑا کردیا کہ صدف ایک سمندری کیڑا ہے، اسی سے چونا تیار ہوتا ہے؛ اس لئے چونا بھی حرام ہے، مگر اس دیار کے اکابر اصحاب افتاء نے اس بات سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ اس میں ہزاروں

****

لوگ مبتلا ہیں، اگر اس کے حرام ہونے کا فتوی دیتے ہیں تو گویا اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اتنے سارے مسلمان حرام کھاتے تھے۔

شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ سے پوچھا گیا کہ ریشمی سربند لگانا کیسا ہے؟ تو انھوں نے مختصر جواب کو کہ بھائی اس میں بہت سارے لوگ مبتلاء ہیں، شیخ کریم الدین نے عرض کیا کہ اگر وہ کہتے ریشم پہننا حرام ہے اور حدیث '' **إن هذين حرام علی ذكور أمتي**'' تو اس کا کیا جواب ہوگا، شیخ منیریؒ نے جواب دیا کہ پہننا حرام ہے اور یہ تو بال کا بندھن ہے، اس سے بالوں کو سمیٹ کر باندھتے ہیں، اس کو لباس نہیں کہیں گے؛ بلکہ بندھن کہیں گے اور جہاں تک مجھے یاد ہے، حضرت شرف الدین ابوتوامہ بھی ایسا کرتے تھے، اس کے بعد سوال ہوا کہ زمانہ کے بدلنے سے فتوی بدل جاتا ہے، یہ مطلق ہے؟ حضرت مخدوم منیری نے جواب دیا کہ ہاں! وہ مسائل جس میں اجتہاد سے کام لیا جاسکتا ہے، عہد اول میں ان کے لئے جو فتویٰ صادر ہوا اور وہ دوسرے اور تیسرے عہد میں بدل دیئے گئے، **یتغیر الفتوی بتغیر الزمان** سے یہی مراد ہے۔

غرض کہ اخلاقی زوال اور سیاست ومعیشت پر غیر اسلامی طاقتوں کے غلبہ کی وجہ سے موجودہ حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ نہ احتیاط پر عمل کرنے میں غلو ہو، اور نہ شریعت کے اصول تیسیر کا بے محل استعمال ہو، یہی راہ اعتدال ہے اور یہی ہمارے بزرگوں کا منہج ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نے ہمیشہ نئے مسائل کو حل کرنے میں یہی منہج اختیار کیا ہے، جو اس کی تجاویز اور فیصلوں سے ظاہر ہے، بحمد اللہ یہ اکیڈمی کا چونتیسواں سیمینار ہے، اور گزشتہ سیمینار تک ایک سو چھپن (۱۵۶) مرکزی موضوعات کے تحت سینکڑوں

****

مسائل پر غور کیا جا چکا ہے اور فیصلے کئے گئے ہیں، اکیڈمی ہمیشہ جدید مسائل پر غور کرنے اور ان کو زیر بحث لانے کی کوشش کرتی ہے، اکیڈمی کی کوشش یہ بھی آتی ہے کہ مختلف صوبوں اور بڑے بڑے شہروں میں سیمینار منعقد کئے جائیں؛ کیوں کہ سیمینار کا مقصد نئے مسائل کو حل کرنے کے ساتھ ساتھ نوجوان علماء میں لکھنے پڑھنے کا ذوق پیدا کرنا بھی ہے، اسی نقطۂ نظر سے یہ چونتیسواں سیمینار علم وادب کے مراکز سے دور اور صنعت وتجارت کے لئے مشہور مرکز جمشید پور ٹاٹا نگر میں منعقد کیا جا رہا ہے، جیسے اکیڈمی سالانہ فقہی سیمیناروں کے ذریعہ فقہی مسائل کو حل کرتی ہے، اسی طرح وہ نو جوانوں کے لئے تربیتی پروگرام بھی منعقد کرتی ہے؛ چنانچہ دسمبر ۲۰۲۴ء تک انچاس پروگرام منعقد ہو چکے ہیں، اس کے علاوہ جدید ترین فکری موضوعات پر بھی سمیناروں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ۲۰۲۴ کے ختم تک اس قسم کے (۶۷) فکری پروگرام منعقد ہو چکے ہیں، مدارس اور عصری درسگاہوں میں علمی اور فکری ارتقاء کے لئے محاضرات اور ایک روزہ مجالس مذاکرہ بھی منعقد کی جاتی ہیں، ۲۰۲۴ کے ختم تک ایسے (۱۰۲) پروگرام اکیڈمی نے منعقد کئے ہیں، اکیڈمی کے زیر نگرانی نہایت ہی اہم معاصر مسائل پر دینی اور عصری جامعات کے طلبہ اور فضلاء سے جو تحقیقی مقالات مرتب کرائے گئے ہیں، ان کی تعداد (۸۶) ہے، اکیڈمی کا ایک بڑا کارنامہ (۴۵) جلدوں میں موسوعہ فقہیہ کا اردو ترجمہ ہے، اس کے علاوہ اردو سے عربی، عربی سے اردو، اردو سے انگریزی اور اردو سے ہندی کتابوں کے ترجمے ہیں، جن کو اکیڈمی کے شعبہ تحقیق نے مرتب اور شائع کرایا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ یہ کافی نہیں ہے، اور ہم سب کو مل کر جہد مسلسل کرنے کی ضرورت ہے، بہ قول علامہ اقبال:

****

فریب نظر ہے سکون و ثبات
تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروان وجود
کہ ہر لحظہ ہے تازہ شان وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی
فقط ذوق پرواز ہے زندگی

اکیڈمی نے جو خدمت انجام دی ہے، وہ اللہ کے فضل کے بعد آپ حضرار کے تعاون کا نتیجہ ہے، اور امید ہے کہ مستقبل میں بھی آپ کا یہ تعاون جاری وساری رہے گا۔ اکیڈمی کی خوش نصیبی ہے کہ اسے بہترین، مخلص اور اصحاب بصیرت ارکان انتظامی کا تعاون اور بے لوث اور محنتی رفقاء کی خدمات حاصل ہیں، جو خود گمنام ہیں؟ مگر ان ہی کی کاوشوں سے اکیڈمی کا نام روشن ہوتا ہے۔

اس وقت اس شہر فولاد میں جو فکر ونظر کی یہ بستی بسائی گئی ہے، اس کے لئے جھارکھنڈ اور بالخصوص جمشید پور کے علماء اور اصحاب خیر خاص طور پر برادر عزیز جناب ریاض شریف صاحب، حضرت مولانا مفتی زین العابدین صاحب (صدر مجلس استقبالیہ) مفتی محمد زاہد قاسمی صاحب (کنوینر مجلس استقبالیہ)، قاضی سعود عالم قاسمی صاحب اور ان کے مخلص احباب بے حد شکریہ وسپاس کے مستحق ہیں، اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائیں، اس شہر پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں اور اس شہر کو آزمائشوں سے محفوظ رکھیں۔

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

****

اخبار دار العلوم

امتحان کی تیاری

تعلیمی سال کا آخری حصہ چل رہا ہے۔ اس لئے اساتذۂ کرام اور طلباء عزیز سبھی تعلیمی نصاب کو مکمل کرنے میں مصروف ہیں۔ کیونکہ اگلے مہینے سالانہ امتحانات کا انعقاد ہونے والا ہے۔ مدارس میں تعلیمی سال شوال میں شروع ہوتا ہے اور رجب المرجب کے بالکل اخیر اور شعبان میں سالانہ امتحانات منعقد ہوتے ہیں۔ اس لئے ذمہ دارانِ مدارس، اساتذۂ کرام اور طلباءِ عزیز سارے کے سارے امتحان سالانہ کی تیاریوں میں مصروف ہو چکے ہیں۔ گذشتہ دنوں امتحانات کا اجتماعی انتظام بخیر وخوبی انجام دینے کے لئے رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ کی مجلسِ عاملہ اور منتظمہ کا خصوصی اجلاس منعقد ہُوا، جس میں مختلف اقدامات طے کئے گئے۔ ایک امتحانی بورڈ بھی مرکزی رابطہ کی ہدایت کے مطابق بنایا گیا اس طرح سے ہر سطح پر امتحانات کی تیاری کی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آسانی سے تکمیل تک پہنچائے۔

سردیوں کی شدّت

اس سال نومبر کے اخیر میں موسم نے اچانک کروٹ لی اور سردیوں میں بہت زبردست اضافہ ہُوا بعض جگہوں پر درجۂ حرارت نقطۂ انجماد سے نیچے چلا گیا۔ سردیوں کی شدت نے تعلیم کو بھی متاثر کردیا۔ مدرسہ میں ان سردیوں سے بچاؤ اور مقابلہ کے لئے مختلف امور کو زیر کار لایا گیا۔ مسجد شریف اور دفاتر میں گرمی مہیا کرنے کے لئے انتظامات کرنے کی کوشش کی گئی۔ وضو غسل اور ضروریات کے لئے

گرم پانی کو مہیا رکھنا لازمی ہوتا ہے اس کی بھی کوشش کی جارہی ہے اس کے بغیر کام کا جاری رکھنا ممکن نہیں ہوتا ہے اس لئے لکڑی سے چلائے جانے والے اور بجلی اور ڈیزل تیل سے چلنے والے گیزر بھی چالو کئے گئے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔

حکومت کے محکمۂ تعلیم کی جانب سے تین (۳) مراحل میں بچوں کو سرمائی تعطیل دینے کی ہدایت جاری کی گئ۔ سب سے پہلے چھوٹے بچوں کو اُس کے بعد دوسرے مرحلے میں پرائمری اور مڈل اسکولوں کے بچوں اور بچیوں کے لئے۔ پھر تیسرے مرحلے پر ہائی اسکولوں اور اس سے اوپر بچوں کو یہ تعطیل دینے کی ہدایت دی گئی کیونکہ شدید سردیوں میں گھروں سے اسکول تک آنے جانے میں بھی دقت ہوتی ہے اور حکومت اتنے اسباب کے باوجود مکمل انتظام نہیں کرپاتی بلکہ تعطیل کی جاتی ہے۔ جب کہ عوام الناس کے تعاون سے مدارس میں تعلیمی نظام کو جاری رکھنے کے لئے انتظامات کی کوشش کی جاتی ہے یہ صرف اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔

وفیات

(۱) واٹس ایپ سے یہ اطلاع ملی کہ احقر کے استاذ محترم جنہوں نے اسکول میں آٹھویں کلاس میں بہت شفقت سے پڑھایا یعنی جناب ماسٹر غلام محمد صاحب گنائی پلان بانڈی پورہ کی اہلیہ محترمہ کا علالت کے بعد انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائیں ان کو جنت نصیب فرمائے۔ استاذ محترم جناب غلام محمد صاحب ودیگر اہل خانہ نیز صاحب زادگان وصاحبزادیوں و متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

(٢) خیار بانڈی پورہ کے جناب قاضی ظہور صاحب کے انتقال کی خبر بھی وٹس ایپ کے ذریعہ موصول ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون موصوف مشہور قدیم استاذ حافظ چراغ صاحب دندی پورہ کے شاگرد تھے بعد میں دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ میں حفظ قرآن پاک میں داخلہ لیا تھا آنکھوں سے معذور تھے لیکن قرآن پاک نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے سالہا سال امامت کے فرائض انجام دیے۔ کچھ عرصہ سے علیل تھے اللہ تعالیٰ مغفرت عطا کرے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(٣) مفتی اعجاز احمد بٹ صاحب استاذ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کے چچازاد بھائی عبدالغنی بٹ صاحب وٹہ پورہ کا بھی انتقال ہوگیا إنا للہ وإنا الیہ راجعون اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

(٤) حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خلیفۂ مجاز مولانا محمد اسلم صاحب غازی آباد کی والدہ نسبتی کا مؤرخہ ۲۴/ نومبر ۲۰۲۵ کو انتقال ہوگیا إنا للہ وإنا الیہ راجعون اللہ تعالی جنت نصیب فرمائے۔

مرحومہ حاجی محمد یعقوب صاحب اصیل پور میرٹھ خلیفۂ مجاز حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی اہلیہ اور دارالعلوم رحیمیہ کے استاذ مولانا محمد رزین صاحب کی نانی تھیں۔ اللہ تعالی ان سب حضرات اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

(٥) بانڈی پورہ دعوت وتبلیغ کے مرکز مسجد ''نور'' کے قریبی پڑوسی جناب عبدالعزیز لون صاحب ناتھ پورہ کا اچانک بعد نماز جمعہ انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. ناتھ پورہ کے عام مسلمانوں کی طرح وہ بھی دعوت وتبلیغ اور امیر تبلیغ جموں و کشمیر جناب امیر احمد المعروف پرویز صاحب نیز ناظم دارالعلوم رحیمیہ کے والد ماجد حاجی سیف اللہ میر سے قلبی محبت رکھتے تھے۔ ناظم دارالعلوم رحیمیہ کے ساتھ اپنی اولاد

****

جیسا تعلق اور شفقت بھی رکھتے اور انتہائی عظمت واحترام کا معاملہ کرتے۔ ان کے بڑے بھائی حاجی غلام محمد لون صاحب کا پوری زندگی ناظم دارالعلوم رحیمیہ کے والد صاحب کے ساتھ ایک ہی دفتر میں ملازمت کا سلسلہ رہا پھر زندگی کے اخیر تک دعوت وتبلیغ میں وقت لگانا، دارالعلوم رحیمیہ کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہنا اور حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے بعد چھتہ مسجد دیوبند میں ان کی خدمت میں مکمل رمضان گذارنا اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مستقل دارالعلوم رحیمیہ میں رمضان گذارنا معمول رہا اس لئے ان کی اولادوں میں بھی حسب استعداد اس کا سلسلہ باقی ہے اللہ تعالی ان سب کو اس پر استقامت نصیب فرمائے اور مرحومین کے لئے صدقہ جاریہ بنائے مرحوم موصوف کو جنت الفردوس اور ان کی اولاد نیز جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے

(٦) واٹس ایپ سے یہ خبر بھی ملی کہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ مولانا سید جنید احمد ہاشمی کی رفیقۂ حیات اس دار فانی سے عالم جاودانی کو منتقل ہوئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ مرحومہ حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سابق شیخ الحدیث و ناظم مظاہر العلوم سہارنپور کی دختر نیک اختر تھیں۔ اللہ تبارک وتعالی جملہ پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

(٧) مولانا محمد الیاس مظاہری پرنام بٹ کے صاحبزادے جناب مولانا محمد سلمان صاحب کا بھی انتقال ہوگیا إنا للہ وإنا الیہ راجعون. اللہ تعالی ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس عطاء فرمائے اور مولانا الیاس و جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دارالعلوم رحیمیہ میں جملہ مرحومین کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔

قارئین کرام سے بھی دعائے مغفرت وایصال ثواب کی گذارش ہے۔

****